امام بخاریؒ اور اُن کی علمی خدمات

جناب عبدالرشید عراقی صاحب

(۲)

تصانیف پر مختصر تبصرہ

۱۔ الادب المفرد :۔ یہ کتاب حدیث سے متعلق ہے ۔ اس میں اخلاق و آداب سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں ۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انسان صحیح معنوں میں انسان بن جاتا ہے ۔ نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) نے اس کا اُردو ترجمہ بنام توفیق الباری للادب المفرد للبخاری کے نام سے کیا ۔ آج کل یہ کتاب ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں حافظ صلاح الدین یوسف ایڈیٹر الاعتصام کے حاشیہ و تعلیق و تبویب سے شائع ہو رہی ہے ۔ سب سے پہلے یہ کتاب آگرہ سے طبع ہو کر شائع ہوئی ۔

۲۔ التاریخ الکبیر :۔ یہ کتاب امام بخاریؒ نے ۱۸ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں روضۂ مبارک اور منبر نبوی کے درمیان بیٹھ کر لکھی تھی ۔ اس کتاب میں امام صاحب نے صحابہ ، تابعین ، تبع تابعین ، میں سے رواۃ حدیث کا استیعاب کیا ہے اور ناموں کے لکھنے میں حروف تہجی کی ترکیب رکھی ہے ۔ جیسا کہ امام صاحب فرماتے ہیں :

لا اجی بحدیث عن الصحابۃ والتابعین الا عرفت مولد اکثرھم ووفاتھم ومساکنھم

یعنی میں نے صحابہ و تابعین سے جو احادیث بھی بیان کی ہیں ۔ میں اُن میں سے

ہیں اُن میں سے اکثر کے راویوں کے مسلک و مولد اور سالِ وفات سے واقف ہوں۔

اور آگے چل کر امام صاحب مزید فرماتے ہیں:

لا یوجد اسم فی التاریخ الاول عندی قصة الا انی کرھت ان یطول الکتاب۔

یعنی تاریخ میں بمشکل ہی کوئی نام ایسا ہے جن کے حالات مجھے مفصل طور پر معلوم نہ ہوں، لیکن طوالت کے خوف سے میں نے ان کا ذکر نہیں کیا[۱]

یہ کتاب دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن سے سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق سنہ ۱۹۴۱ء میں شائع ہو چکی ہے۔

۳۔ التاریخ الاوسط:۔ اس کتاب کے متعلق تفصیل نہیں مل سکی۔ اس کا قلمی نسخہ دوسری جنگِ عظیم تک جرمنی کے سرکاری کتب خانہ برلن میں موجود تھا[۲]

۴۔ التاریخ الصغیر:۔ فنِ تاریخ میں امام صاحب کی یہ ایک نادر کتاب ہے۔ اس میں امام صاحب نے مشاہیر صحابہ، تابعین و تبع تابعین کے نسب اور تاریخہائے وفات کا ذکر کیا ہے، ساتھ ساتھ جرح و تعدیل بھی کی ہے۔ اس کی تالیف تاریخہائے وفات کے مطابق کی ہے۔ جیساکہ خطبہ میں فرماتے ہیں۔

کتاب مختصر من تاریخ النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمھاجرین والانصار وطبقات التابعین لھم باحسان ومن بعدھم ووفاتھم وبعض نسبھم وکناھم ومن یرغب من حدیث۔

یعنی یہ ایک مختصر تاریخ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین و انصار و طبقات تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے بارے میں اس کتاب میں ان کی وفات، ان کے نسب، اُن کی کنیت وغیرہ، نیز جن حضرات سے حدیث اخذ کرنے میں اعراض کیا گیا، ان کا ذکر بھی کیا گیا۔

[۱] مقدمہ فتح الباری لابن حجر عسقلانی (م سنہ ۸۵۲ھ) [۲] سیرۃ البخاری ص ۱۶۷

یہ گراں قدر کتاب الہ آباد سے شائع ہو چکی ہے۔

۵ — **خلق افعال العباد:** صحابہ و تابعین جس طرح آیات و احادیث سے فرق باطلہ کا رد کرتے ہیں۔ وہی طرز اس کتاب کا بھی ہے۔ اس کتاب میں فرقہ باطلہ جہمیہ اور معطلہ کا رد ہے اور آیات و احادیث کے ساتھ آثار صحابہ و اقوالِ تابعین بھی درج ہیں۔ یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے۔

۶ — **جزء رفع الیدین:** رفع الیدین کے بارے میں بڑی جامع کتاب ہے۔ اثباتِ رفع الیدین کے علاوہ روایات عدم رفع الیدین پر بھی بخوبی تنقید کی ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ یہ کتاب بھی مع اُردو ترجمہ شائع ہو چکی ہے۔

۷ — **جزء قراءۃ خلف الامام:** امام صاحب کا مشہور رسالہ ہے۔ امام صاحب نے اس رسالہ میں قراءۃ خلف الامام کو بدلائل احادیث و آثار ثابت کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں کیے جانے والے اعتراضات کے جواب نہایت عمدگی سے دیئے ہیں۔ جن سے امام صاحب کے فنِ مناظرہ میں یدِطولیٰ اور مہارتِ تامہ رکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے۔ اور اس کا اُردو ترجمہ بھی[1]۔

۸ — **بر الوالدین:** اس کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے، لیکن اس کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

۹ — **کتاب الضعفاء الصغیر:** اس کتاب میں حروفِ تہجی کی ترتیب سے ضعیف راویوں کے نام گنوائے گئے ہیں۔ اکثر صورتوں میں وجہِ تضعیف اور راوی کے تلمذ کا بھی ذکر کیا ہے۔ تصنیف میں جو غیر معمولی احتیاط برتی گئی ہے۔ اس کا اندازہ اس کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

---

[1] اس مسئلہ میں بڑی بڑی کتابیں تالیف ہو چکی ہیں۔ امام بیہقی (م ۴۵۸ھ) کی کتاب القراءۃ۔ علامہ عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) کی امام الکلام (عربی) مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) کی تحقیق الکلام اور مولانا حافظ محمد گوندلوی (م ۱۴۰۵ھ) کی خیر الکلام بڑی جامع تالیفات اور قابلِ مطالعہ ہیں۔

یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔

۱۰۔ الجامع الکبیر :۔ اس کتاب کے متعلق بھی کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ اس کا کامل علمی نسخہ حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ دارالعلوم برلن (جرمنی) میں دوسری جنگِ عظیم سے پہلے موجود تھا۔ اب معلوم نہیں کہ یہ نسخہ موجود ہے یا ضائع ہو چکا ہے[۱]

۱۱۔۱۲۔ المسند الکبیر، التفسیر الکبیر :۔ ان دونوں کتابوں کا ذکر امام صاحب کے تلمیذ امام محمد بن یوسف فربری (م ۳۲۰ھ) نے کیا ہے۔ ان کتابوں کی تفصیل کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا[۲]

۱۳۔ کتاب الاشربہ :۔ اس کتاب کا ذکر امام دارقطنی (م ۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب المؤتلف والمختلف میں کیا ہے۔

۱۴۔ کتاب الہبہ :۔ اس کا ذکر امام بخاری کے کاتب ابوجعفر محمد بن ابی حاتم وراق (کاتب بخاری) نے کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں !

وعمل كتابا في الهبة فيه نحو خمس مائة حديث وقال ليس في كتاب وكيع في الهبة الاحديثان مسندان اوثلثة وفي كتاب ابن مبارك خمسة اونحوها۔

یعنی انھوں نے ہبہ کے موضوع پر پانچ سو کے قریب احادیث پر مشتمل ایک جامع کتاب لکھی ہے۔ جبکہ اسی موضوع پر وکیع کی کتاب میں صرف دو یا تین احادیث ہیں اور مبارک کی کتاب میں صرف پانچ کے لگ بھگ۔

اس کتاب کے بارے میں بھی تفصیلات نہیں ملتی ہیں۔

۱۵۔ کتاب المبسوط :۔ اس کتاب میں احادیث سے فقہی مسائل مستنبط کر کے تفصیل سے

---

[۱] سیرۃ البخاری ص ۱۶۸۔

[۲] المسند الکبیر کا قلمی نسخہ امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ دارالعلوم برلن (جرمنی) میں دوسری جنگِ عظیم سے پہلے موجود تھا (سیرۃ البخاری ص ۱۷۰)

بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی طبع نہیں ہو سکی ہے، اور نہ ہی اس کی کوئی تفصیل معلوم ہو سکی ہے، اس کا قلمی نسخہ حافظ ابن مندہ (م ۴۰۱ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا دوسری جنگ عظیم سے قبل جرمنی کے کتب خانہ میں موجود تھا۔[1]

۱۶۔ کتاب الکُنیٰ: روایت حدیث میں کنیتوں کا استعمال ضروری ہوتا ہے تاکہ ایک راوی کا اختلاط دوسرے راوی سے نہ ہو۔ اس کتاب میں امام صاحب نے اُن رجال کا تذکرہ کیا ہے، جو اپنی کنیت سے مشہور و معروف ہوئے۔

۱۷۔ کتاب العلل: محدثین کرام کی اصطلاح میں علتِ حدیث سے مراد وہ مخفی اور پوشیدہ وجوہات اور اسباب ہیں جو حدیث کی صحت اور قبولیت میں قادح ہوتے ہیں۔ حالانکہ حدیث بظاہر ہر طرح سے صحیح اور سالم نظر آتی ہے۔ یہ علم علوم حدیث میں نہایت دقیق اور مشکل سمجھا گیا ہے، اس کے لیے راویوں کی تاریخ ہائے پیدائش، لقاء رواۃ اور تاریخ ہائے وفات پر عبور حاصل کرنے کے علاوہ ہر راوی کے الفاظ حدیث اور حدیثوں کا احاطہ بھی ضروری ہے۔ محدثین کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ علم نہایت غامض اور ادق ہے، لہٰذا اس فن پر کچھ لکھنے کی قدرت انہیں محدثین کو حاصل ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست کی روشنی عطا کر رکھی تھی، جن کو قوتِ حافظہ میں ۔۔۔ ۔۔۔ کمال حاصل تھا۔ جن کو حدیث پر مکمل عبور تھا۔ چنانچہ اس فن میں امام علی بن مدینی (م ۲۳۴ھ)، امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)، امام بخاری (م ۲۵۶ھ) اور امام ابوزرعہ (م ۲۸۱ھ) مہارت تامہ رکھتے تھے۔

امام بخاری نے اس کتاب میں اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ اور اس کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ اس موضوع پر ان سے پہلے کسی اور عالم نے کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہو سکا ہے۔

۱۸۔ کتاب الفوائد: اس کتاب کا ذکر امام ابو عیسیٰ ترمذی (م ۲۷۹ھ) جنہیں آپ کا شرف تلمذ حاصل ہے۔ جامع ترمذی کی کتاب المناقب میں کیا ہے۔ اس کتاب میں فن حدیث

---

[1] سیرۃ البخاری ص ۱۷۰۔

کے ایسے نکات بیان کیے گئے ہیں جو فنِ علل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں مل سکی۔

۱۹۔ کتاب المناقب: اس کتاب کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اس میں صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کے حالات و مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ مگر اس کتاب کی تفصیل بھی نہیں مل سکی ہے۔

۲۰۔ اسامی الصحابہ: اس کتاب کا موضوع بھی نام سے ظاہر ہے۔ اس میں صحابہ کرام کے حالات تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ اس موضوع پر امام بخاری سے پہلے کسی نے کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی تھی[۱]

۲۱۔ کتاب الوحدان:۔ اس کتاب میں امام بخاری نے ان رواۃ صحابیوں کا ذکر کیا ہے، جن سے صرف ایک ہی حدیث مروی ہے۔ امام صاحب سے پہلے اس موضوع پر کسی نے کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی تھی۔ البتہ آپ کے بعد آپ کے دو شاگردوں امام مسلم صاحب صحیح مسلم (م ۲۶۱ھ) اور امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی صاحب السنن (م ۳۰۳ھ) نے کتاب الوحدان کے نام سے کتابیں لکھی تھیں۔ یہ دونوں کتابیں آگرہ میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ امام بخاری کی کتاب الوحدان کے شائع ہونے کی تفصیل نہیں مل سکی[۲]

۲۲۔ قضایا الصحابہ والتابعین:۔ امام صاحب نے یہ کتاب ۲۱۲ھ میں تصنیف کی تھی۔ اس کا موضوع کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ اس میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کے قضایا فیصلے جمع کیے گئے لیکن افسوس کہ اس کتاب کا بھی کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

۲۳۔ کتاب الرقاق۔ اس کا ذکر صاحب کشف الظنون نے کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں

---

[۱] البتہ اس کے بعد حافظ ابن عبدالبر اندلسی القرطبی المالکی (م ۴۶۳ھ) نے استیعاب، علامہ عز الدین ابن الاثیر الجزری (م ۶۳۰ھ) نے اسد الغابہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) الاصابۃ فی تمییز الصحابہ کے نام سے کتابیں لکھیں۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مفصل حالات درج ہیں۔ (عراقی)

[۲] سیرۃ البخاری ص ۱۷۰

کتاب الرقاق للبخاری من کتب الحدیث[۱]

اس کی تفصیل بھی معلوم نہیں ہو سکی۔

۲۴۔ الجامع الصغیر فی الحدیث:۔ صاحب کشف الظنون نے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ دوسری جنگ عظیم سے قبل جرمنی کے کتب خانہ میں موجود تھا[۲]

۲۵۔ الجامع الصحیح:۔ قرآن مجید کے بعد اسلام کے احکام، اسلام کی تعلیمات اور اسلام کے اخلاق کا مجموعہ صرف وہ کلمات طیبہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے۔ چنانچہ علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں:

علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث شاہ رگ کی۔ یہ شاہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء و جوارح تک خون پہنچا کر ان کے لیے تازہ زندگی کا سامان بہم پہنچاتی ہے۔ آیات کا شان نزول اور ان کی تفسیر، احکام القرآن کی تشریح و تعیین، اجمال کی تفصیل، عموم کی تخصیص، مبہم کی تعیین، یہ علم حدیث کے ذریعے معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح حامل قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور حیات طیبہ اور اخلاق و عادات مبارکہ اور آپ کے اقوال و اعمال اور آپ کے سنن و مستحبات اور احکام و ارشادات اسی علم حدیث کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔ اسی طرح خود اسلام کی تاریخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال اور ان کے اعمال و اقوال اور اجتہادات و استنباطات کا خزانہ بھی اسی کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اس بنا پر اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اسلام کے عملی پیکر کا صحیح مرقع اسی علم کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ کے لیے موجود و قائم ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت رہے گا۔

---

[۱] سیرۃ البخاری ص ۱۷۲

[۲] ؍؍ ص ۱۷۳

مسلمانوں نے آغازِ اسلام سے قرآن پاک کے بعد اس علم کو اپنے سینے سے لگایا۔ اور اپنی پوری محنت، قابلیت اور اخلاص و عقیدت کے ساتھ اس کی ایسی خدمت کی کہ دُنیا کی کوئی قوم اپنی قدیم روایات و اسناد کی حفاظت کی مثال پیش نہیں کر سکتی اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا۔ کیونکہ اسلام قیامت تک کی زندگی کے لیے آیا ہے۔ اس لیے اس کے صحیفہ آسمانی اور حیاتِ نبوی کا رشتہ بھی قیامت کے دامن سے وابستہ ہے۔[۱]

تدوینِ حدیث علمِ حدیث حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) کے زمانے سے پہلے صحابہ و تابعین کے سینوں میں محفوظ تھا۔ اگر آپ اس کی طرف توجہ نہ کرتے تو علمِ حدیث کا ذخیرہ وجود میں نہ آتا لیکن انہوں نے دیکھا کہ انقضائے زمانہ کے ساتھ علماء کا گروہ روز بروز گھٹتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ علومِ شرعیہ کے مٹ جانے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس لیے انہوں نے قاضی ابوبکر بن حزم (م ۱۲۰ھ) کو جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے، لکھا:

انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء ولا یقبل الا حدیث النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم[۲]

احادیثِ نبویہ کی تلاش کرکے ان کو لکھ لیں، کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے دُنیا سے اُٹھ جانے کا خدشہ ہے اور صرف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث قبول کی جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ حکم صرف مدینہ اور گورنر مدینہ کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ انہوں نے تمام صوبوں کے گورنروں کے نام اسی قسم کا فرمان بھیجا تھا۔[۳] بہرحال اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ حافظ ابن عبدالبر القرطبی الاندلسی (م ۴۶۳ھ)

---

[۱] تدوینِ حدیث مناظر احسن گیلانی (م ۱۹۵۶ء) [۲] صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم۔
[۳] فتح الباری جلد ۱ ص ۱۷۴

نے سعد بن ابراہیم کی روایت نقل کی ہے :

امرنا عمر بن عبد العزیز بجمع السنن فکتبناها دفترا دفترا فبعث الی کل ارض له علیها سلطان دفترا[1]

ہم کو عمر بن عبد العزیز نے جمع حدیث کا حکم دیا - اور ہم نے دفتر کی دفتر حدیثیں لکھیں اور انہوں نے ایک ایک مجموعہ ہر جگہ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی، بھیجا -

دوسری صدی ہجری میں حدیث کی تدوین کا سلسلہ شروع ہوا - امام مالک (م ۱۷۹ھ) نے مؤطا میں اہلِ حجاز کی حدیثیں جمع کیں - امام ابن جریج (م ۱۵۰ھ) مکہ معظمہ میں، امام اوزاعی (م ۱۵۷ھ)، شام میں امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں اور ابو سلمہ حماد (م ۱۶۷ھ) نے اہل بصرہ کی احادیث کے مجموعے مرتب کیے[2] تیسری صدی ہجری میں امام بخاری نے احادیث کی جمع پر توجہ کی - آئیے دیکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ فریضہ کس طرح انجام دیا -

صحیح بخاری کا اصلی نام صحیح بخاری کا اصل نام یہ ہے - الجامع الصحیح المسند من احادیث رسول اللہ وسننہ وایامہ، حقیقت یہ ہے کہ ایک حدیث کے مجموعے کے لیے اس سے زیادہ مناسب اور جامع نام ہو ہی نہیں سکتا ہے -

تصنیف کا آغاز متعین طور پر تو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ امام صاحب نے بخاری کی تالیف کا آغاز کس سنہ میں کیا اور کب اس سے فارغ ہوئے، لیکن اتنا معلوم ہے کہ اس کی تالیف و تکمیل کے بعد انہوں نے اسے اپنے شیوخ امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) امام علی بن مدینی (م ۲۳۴ھ) اور امام یحییٰ بن معین (م ۲۳۳ھ) کے سامنے پیش کیا تھا - اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۳۳ھ میں یہ کتاب مکمل ہو چکی تھی، البتہ اس میں بعد میں اضافے ہوتے رہے -

---

[1] جامع البیان العلم ص ۳۸

[2] مقدمہ فتح الباری ص ۴، ۵

نواب صدیق حسن خان قنوجی والی بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں :۔

ابن عدی با جماعتی از شیوخ خود نقل کردہ کہ بخاری تحویل تراجم کتاب خویش در مدینہ درمیان قبر و منبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتقدیم رسانیدہ و ہر ترجمہ کہ می نوشت دو رکعت نماز می گذارد و وجہ توفیق بیان نقل مکہ (مسجد حرام) و مدینہ این گفتہ اند کہ مسودہ در مسجد الحرام کردہ باشد در مدینہ مطہرہ آں را بیاض بردہ [1]

یعنی اصل مسودہ پر نظر ثانی مسجد الحرام میں ہوئی۔ اور وہاں تنقیح و تہذیب کے بعد دوسرا مسودہ تیار فرمایا۔ پھر مسجد نبوی میں مسودہ ثانیہ میں ترجمۃ الابواب مقرر فرمایا۔ اس مبیضہ میں احادیث درج فرماتے وقت یہاں بھی ہر حدیث پر دو رکعت نماز ادا فرمانے کا التزام و اہتمام رکھا۔ بلاشبہ اس تصنیفی محنت اور تہذیب و تنقیح کے سلسلہ میں ان کو دو تین بار از سر نو مسودہ جات کو بدلنا اور دوسرا لکھنا پڑا۔ اور اس کو مہذب اور منقح کرانے کے سلسلہ میں عظیم مجاہدہ سے گزرنا پڑا۔

امام صاحب نے صحیح بخاری کو جس محنت اور عرق ریزی سے مرتب کیا اور صحیح احادیث اس میں جمع کیں۔ یہ صرف امام بخاری ہی کا کام تھا۔ حافظ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) نے اپنے مقدمہ میں اور مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) ظفر الامانی میں امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

ما ادخلت فی کتابی الجامع الا ما صح وترکت من الصحاح لحال الطول [2]

میں نے کتاب جامع الصحیح میں صرف صحیح حدیثوں کو داخل کیا ہے۔

---

[1] اتحاف النبلاء ص ۵۰

[2] مقدمہ ابن الصلاح ص ۸، ظفر الامانی ص ۵۷

اور آگے فرماتے ہیں:

خرجت كتاب الصحيح من زهاء ستمائة الف حديث وجعلته حجة بيني وبين الله تعالى۔[1]

یعنی میں نے اپنی جامع صحیح کو ۶ لاکھ طرق سے صحیح احادیث کو منتخب کر کے تیار کیا ہے اور اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان اس کو حجت قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے امام صاحب کا قول اس طرح نقل کیا ہے۔

قال صنفت كتاب الجامع فى المسجد الحرام وما ادخلت فيه حديثاً حتى استخرت الله وصليت ركعتين وتيقنت صحته[2]

اور محی السنۃ نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا:

داخل نہ کرام صحیح ہیچ حدیث مگر بعد استخارہ ثبوت صحت وے[3]

یعنی امام بخاری نے جامع صحیح بخاری کے مسودہ پر مسجد حرام میں نظر ثانی فرمائی اور ہر حدیث کو جامع صحیح میں لکھتے وقت تازہ غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور ہر حدیث پر استخارہ کیا۔ اور جب بیقین صحت حاصل ہوا تو اس حدیث کو جامع صحیح میں شامل کیا۔

(باقی)

---

[1] ظفر الامانی ص ۱۳۱ ومقدمہ فتح الباری ص ۴

[2] مقدمہ فتح الباری

[3] اتحاف النبلاء ص ۲۸